Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فون ۴۴۹

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

رجسٹرڈ ایل ۵۲۵۴

روزنامہ الفضل ربوہ

ایڈیٹر مسعود احمد دہلوی

یوم جمعرات

The Daily ALFAZL RABWAH

قیمت ۳۵ پیسے

جلد ۶۶/۳۱ | ۱۲ رجب ۱۳۹۷ھ ۔ ۳۰ احسان ۱۳۵۶ہش ۔ ۳۰ جون ۱۹۷۷ء | نمبر ۱۴۵

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عمرِ دنیا کے آخری ہزار سال کیلئے مجدد بنایا ہے

اس لحاظ سے اسلام کو ساری دنیا میں غالب کرنے اور ہمیشہ غالب رکھنے کی ذمہ داری ہم پر ڈالی گئی ہے

ہمارا فرض ہے کہ ہم الفِ آخر کے اختتام تک اپنی اس ذمہ داری کو پوری مستعدی سے ادا کرتے چلے جائیں

فضلِ عمر درس القرآن کلاس کے طلباء اور طالبات سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کے افتتاحی خطاب کا خلاصہ

ربوہ ۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۷ احسان ۱۳۵۶ہش (مطابق ۲۷ جون ۱۹۷۷ء) کو دسویں فضلِ عمر درس القرآن کلاس کا افتتاح فرماتے ہوئے یہ امر ذہن نشین کرایا کہ امام آخر الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف ایک صدی کے نہیں بلکہ عمرِ دنیا کے آخری ہزار سال (الف آخر) کے مجدد ہیں۔ اِس لحاظ سے احمدی مرد ہوں یا خواتین، بوڑھے ہوں یا نوجوان اور بچے ان سب کے کندھوں پر اسلام کو اپنی زندگیوں میں زندہ و تابندہ رکھنے اور نسلاً بعد نسلٍ زندہ رکھتے چلے جانے اور اسے ساری دُنیا میں غالب کرنے اور الف آخر کے اختتام تک غالب رکھنے کی عظیم ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔

حضور نے واضح فرمایا کہ ہم اس ذمہ داری کو اُس وقت تک ادا کرنے کے قابل نہیں ہو سکتے جب تک کہ ہمارے مرد اور ہماری عورتیں ہمارے بڑے اور ہمارے چھوٹے الغرض سب افراد قرآن سے غایت درجہ پیار کرنے والے، اس کے علوم میں دسترس رکھنے والے اور اس پر کماحقہ، عمل کرنے والے نہ ہوں اور پھر یہ اوصاف ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل نہ ہوتے چلے جائیں۔ اس لئے یہ امر ازحد ضروری ہے کہ الف آخر کے اختتام تک ایسی نسلیں پیدا ہوتی چلی جائیں جو ان اوصاف سے پوری طرح متصف ہوں اور جو اپنے ان اوصاف کے بل پر اپنے اپنے زمانہ میں اسلام کو غالب رکھنے کا کارنامہ پوری مستعدی سے سرانجام دیں تا اسلام کے غلبہ کو دوام حاصل ہوتا چلا جائے۔

فضلِ عمر درس القرآن کلاس کا افتتاح

یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ فضلِ عمر درس القرآن کلاس (جس کا افتتاح ۲۷ جون کو عمل میں آیا) میں امسال ربوہ اور ملک کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی جماعت ہائے احمدیہ کے ۸۶۹ نمائندے شرکت کر رہے ہیں۔ اِن میں سے مردوں کی تعداد ۳۸۹ اور عورتوں کی تعداد ۴۸۰ ہے۔ کلاس حسبِ سابق نظارت اصلاح و ارشاد (تعلیم القرآن) کے زیرِ اہتمام مسجد مبارک میں منعقد ہو رہی ہے۔ جہاں طالبات کے لئے پردہ کا خصوصی انتظام کیا گیا ہے۔ کلاس ۱۱ جولائی تک جاری رہے گی۔ اِس کے منتظمِ اعلیٰ محترم شیخ مبارک احمد صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد (تعلیم القرآن) ہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے اُس روز ضعف کی تکلیف اور ناسازئ طبع کے باوجود سوا آٹھ بجے صبح مسجد مبارک میں تشریف لا کر طلباء اور طالبات کو ایک بصیرت افروز افتتاحی خطاب سے نوازا جس کے اختتام پر حضور نے اجتماعی دعا کرا کے اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ کلاس کا افتتاح فرمایا۔ حضور کے اِس بصیرت افروز خطاب کا خلاصہ اپنے الفاظ میں ذیل میں ہدیۂ قارئین ہے:۔

حضور ایدہ اللہ کا افتتاحی خطاب

تشہّد و تعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا انسان کی ذمہ داری کا انحصار اِس بات پر ہوتا ہے کہ وہ حاصل کیا کرنا چاہتا ہے جتنا بڑا مقصد کسی کے سامنے ہوتا ہے اتنی ہی عظیم ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک طالب علم نے پانچویں جماعت کا امتحان دینا ہے اُس کی ذمہ داری اُس طالب علم کے مقابلہ میں کم ہو گی جو ایم۔اے یا ایم۔ایس سی کا امتحان دینا چاہتا ہے۔ اِس چھوٹی سی مثال سے ظاہر ہے کہ انسان کی ذمہ داری کا (باقی صفحہ ۶ پر)

اخبارِ احمدیہ

ربوہ ۳۰ احسان۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق محترم ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کی مرسلہ آج صبح کی اطلاع مظہر ہے کہ:۔

دانت میں تکلیف ہے عام طبیعت پہلے سے کچھ بہتر ہے

احبابِ جماعت بالالتزام دعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور کو صحت و عافیت کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے، ہمیشہ اپنی حفاظتِ خاص میں رکھے اور اپنی تائید و نصرت سے نوازتا رہے۔ آمین

ضروری اِطلاع

احباب کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ آئندہ اتوار ۳ جولائی کو حضور ایدہ اللہ سے ملاقات نہیں ہوگی۔

(پرائیویٹ سیکرٹری)

ولادت باسعادت

یہ خبر جماعت میں خوشی اور مسرت کے ساتھ سُنی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے صاحبزادی امۃ الباقی عائشہ صاحبہ اور راجہ ظفر احمد ظفری صاحب کو ۱۴ جون ۱۹۷۷ء کو فرزند عطا فرمایا ہے۔ نومولود محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کا نواسہ اور محترم میجر جنرل راجہ نذیر احمد صاحب مرحوم کا پوتا ہے۔

ادارۂ الفضل ولادت باسعادت کی اِس پُرمسرت تقریب پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور حضرت سیدہ بیگم صاحبہ مدظلہا نیز حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی، حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ مدظلہا، حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ مدظلہا، محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اور آپ کی بیگم صاحبہ محترمہ اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جملہ دیگر افراد اور خاندان محترم میجر جنرل راجہ نذیر احمد صاحب مرحوم کی خدمت میں دلی مبارکباد عرض کرتا ہے اور دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نومولود کو صحت و عافیت کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے اور دین و دُنیا کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔

آمین اللّٰھم آمین

پبلشر: مسعود احمد ۔ پرنٹر: سید عبدالحی ۔ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ ۔ مقامِ اشاعت: دفتر الفضل دارالرحمت غربی ربوہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ

۳۰ احسان ۱۳۵۶ ہش

۳۰ جون ۱۹۷۷ء

ایک مستحسن اقدام کا خیر مقدم

الحمد للہ ثم الحمد للہ! یہ اصول ایک مستقل معمول کے طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ پاکستان بھر میں ہفتہ واری تعطیل اتوار کی بجائے جمعہ کے روز ہوا کرے گی۔ چنانچہ یکم جولائی ۱۹۷۷ء کو طلوع ہونے والا جمعۃ المبارک وہ روزِ سعید ہے کہ جس سے اس مبارک معمول کا آغاز ہو رہا ہے۔ اس دن سے ملک بھر میں سرکاری دفاتر، عدالتوں، تعلیمی اداروں، کارخانوں اور کاروباری مرکزوں میں ہفتہ واری تعطیل جمعۃ المبارک کو ہی ہوا کرے گی۔

اب اس مستحسن اقدام کے نتیجہ میں اس ملک کے باشندوں کے لئے کوئی ظاہری روک یا عذر باقی نہیں رہے گا کہ وہ اسلام کے ساتھ اپنی وابستگی اور تعلق خاطر کی بناء پر خدا اور رسولؐ کے احکام اور ہدایات کے بموجب اس مبارک دن میں عام دنیوی مصروفیات سے فراغت کے باعث پوری دلجمعی اور اہتمام کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور سربسجود اور مواعظ حسنہ سے مستفیض ہوں نیز جمعہ کی نماز اور اس روزِ سعید میں خدا تعالیٰ نے جو غیر معمولی برکتیں رکھی ہیں ان سے پورے طور پر متمتع ہونے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں اور اس طرح جمعہ کی نماز سے غفلت برتنے سے متعلق جو زبردست وعید آئی ہے اس سے بہر طور بچ سکیں۔

جماعت احمدیہ کے لئے خاص طور پر یہ امر از حد خوشی اور مسرت کا موجب ہے اس لئے کہ اس کے وجود کی علت غائی احیاءِ دین حنیف اور قیامِ شریعتِ حقہ نیز دنیا بھر میں غلبۂ اسلام کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ ہر وہ قدم جو اس عظیم مقصد کی سمت میں اٹھایا جائے اس کے لئے موجب طمانیت و راحت ہے اور اس کا خیر مقدم کرنا وہ اپنا فرض سمجھتی ہے۔ اور پھر جمعہ کو یوم تعطیل تسلیم کرانے کا معاملہ تو وہ ایک اقدام ہے جس کے حق میں آج سے ۸۲ سال قبل انگریزوں کے دورِ حکومت میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت پرزور آواز اٹھائی تھی اور از خود تحریک کر کے مسلمانانِ برصغیر کی طرف سے وائسرائے ہند کے نام ایک عرضداشت کے ذریعہ اس امر کا مطالبہ کیا تھا کہ مسلمانوں کے نزدیک یوم جمعہ کی بزرگی و تقدس اور غیر معمولی عظمت و اہمیت کے پیش نظر جمعہ کے دن کو یوم تعطیل قرار دیا جائے۔ آپ نے یہ میموریل ارسال کرنے سے قبل یکم جنوری ۱۸۹۶ء کو ایک اشتہار شائع کرایا جس میں مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اس مطالبہ کی پوری قوت کے ساتھ تائید کریں۔ چنانچہ آپ نے اس اشتہار میں یوم جمعہ کی بزرگی و عظمت اور اس مطالبہ کی اہمیت واضح کرتے ہوئے رقم فرمایا:-

"بھائیو! آپ خوب جانتے ہیں کہ جمعہ اسلام میں صرف ایک عید کا ہی دن نہیں بلکہ وہ تجدیدِ احکامِ دین کا بھی ایک خاص دن ہے جس میں مسلمانوں کے کانوں میں اسلام کے پاک مضامین تازہ طور پر پڑتے ہیں اور بھولے ہوئے مسائل نئے سرے سے یاد دلائے جاتے ہیں۔ اس دن میں ہر ایک مسلمان پر فرض ہے کہ مسجد میں حاضر ہو اور دینی وعظ کو سنے اور اپنے ایمان کو تازہ کرے اور اپنی معلومات کو بڑھاوے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اس نحوست سے کہ ملازمت پیشہ لوگوں کو جمعہ کے لئے فرصت نہیں ملتی بہت سی مسجدیں ویران نظر آتی ہیں۔ چونکہ جمعہ مسلمانوں کے لئے دو قسم کے غسل کا دن ہے، ایک جسم کا غسل جس کے بعد سفید پوشاک پہنی جاتی ہے اور ایک دل کا غسل یعنی توبہ اور استغفار جس کے بعد لباس التقویٰ پہنایا جاتا ہے۔ اس لئے جمعہ میں یہ خاصیت ہے کہ جو شخص اخلاص اور سچی ایمانداری سے جمعہ کی نماز میں حاضر ہوتا ہے اور ہدایتوں کو سنتا ہے اور گریہ و توبہ نصوح کا تحفہ ساتھ لاتا ہے اس کو دوسرے دنوں میں نماز کی توفیق دی جاتی ہے اور جمعیت باطنی اس کو عطا کی جاتی ہے جس کی طرف آیہ کریمہ [illegible] میں بھی ایک لطیف اشارہ ہے۔ علاوہ اس کے اس سے جو لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے بعض کا بعض پر اثر پڑتا ہے، نیک اخلاق میں ایک شخص دوسرے کا وارث ہو جاتا ہے اور اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ خدا تعالیٰ نے قرآن میں خاص جمعہ کے لئے تاکید کی ہے بلکہ سورۃ کا نام بھی سورۃ جمعہ رکھ دیا ہے اور احادیث میں جمعہ کے ترک کرنے میں سخت وعید لکھا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم بہت کوشش سے اس حق کے طلب کرنے کے لئے اس درخواست پر دستخط کریں جو اس غرض سے گورنمنٹ میں بھیجی جائے گی جس کی ایک نقل آپ کی خدمت میں بھیجی جاتی ہے اور یاد رکھیں کہ یہ نہایت مبارک کام ہے اور اس کے فوائد میں سے ایک یہ بھی ہوگا کہ جمعہ کی تعطیل سے نماز کی طرف مسلمانوں کو ایک خاص توجہ پیدا ہو جائے گی اور کروڑہا نئے آدمی مساجد میں داخل ہو کر تمام ملک کی مساجد آباد کر دیں گے۔ اسلامی مشغولات بھی ترقی پر ہوں گی اور بہت سے ایسے نیک نتیجے نکلیں گے جن کی تحریر میں طول بیان کی وجہ سے ترک کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ ہر ایک نیک دل انسان ضرور اس درخواست پر دستخط کرے گا بجز ایسے شخص کے کہ درحقیقت ناپاک طبع اور مرتد دل کے رنگ میں ہو۔ خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے دلوں میں القاء کرے اور اپنے الہام سے اس بابرکت کام کی طرف توجہ دلاوے۔"

(اشتہار یکم جنوری ۱۸۹۶ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد دوم صفحہ ۲۲۰-۲۲۱)

اگرچہ اس میموریل کا اس وقت خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا تاہم جماعت احمدیہ کے اپنے اداروں اور دفاتر میں شروع ہی سے جمعہ کے روز تعطیل ہوتی رہی ہے اور یہ سلسلہ تب سے ہی چلا آ رہا ہے۔ حضور علیہ السلام کی اس اولین کوشش کے ۸۲ سال بعد ہی سہی جمعہ کے دن کا پورے ملک میں سرکاری سطح پر بھی یوم تعطیل قرار پانا ایک مستحسن اور خوش آئند اقدام ہے۔

ہم صمیم قلب سے اس اقدام کا خیر مقدم کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمارے ہم وطن جملہ مسلمان بھائیوں کو جمعہ کی تعطیل سے صحیح معنوں میں فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ وہ اس دن پوری شرائط کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرنے، دینی وعظ کو سننے اور ایمانوں کو تازہ کرنے کے علاوہ توبہ و استغفار کے ذریعہ لباس التقویٰ سے مزین ہوں اور مساجد سے توبۃ النصوح کا تحفہ ساتھ لانے والے ہوں۔ وہ ہر قسم کے فسق و فجور اور فتنہ و فساد اور سرکشی و نافرمانی سے دور رہتے ہوئے مرضیاتِ الٰہی کے سوا کسی راہ پر قدم نہ ماریں اور وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا پر عمل پیرا ہوتے ہوئے خدا کے فضل کی تلاش کے جویاں اور ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ کی یاد میں گویاں رہیں اور اس طرح لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ کی بشارت ان کے حق میں پوری ہوتی چلی جائے۔ آمین!

○

"بانصیب آئی بانصیب گئی"

(حضرت نواب مبارکہ بیگم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سانحۂ ارتحال پر)

باغِ احمدؑ کی عندلیب گئی — رشکِ صد شاعر و خطیب گئی

انتقال اس جہاں سے فرما کر — اپنے مولا سے ہو قریب گئی

مصطفےٰؐ کی وہ نعت خواں گئی — دینِ اسلام کی نقیب گئی

جب بلایا خدا تعالیٰ نے — چھوڑ کر مونس و طبیب گئی

جس کا ذکرِ حبیبؐ زیور تھا — اب وہ خود بر درِ حبیبؐ گئی

اپنے پیچھے وہ یادگار اپنی — چھوڑ کر دُو وُہ نجیب گئی

کیا ولادت تھی کیا وفات اس کی

بانصیب آئی بانصیب گئی

(راجہ نذیر احمد ظفر ربوہ)

○

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یادِ رفتگان

(مکرم پروفیسر ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب - ربوہ)

(۱)
عظیم بھائی کی عظیم بہن

نسبت کا اصل شرف تو عظیم المرتبت باپ سے ہے اور کہنا یوں چاہیئے کہ عظیم باپ کی عظیم بیٹی۔ مگر لکھنے والے کے مقدر میں باپ بیٹی کا زمانہ نہیں بلکہ بھائی بہن کا زمانہ تھا اس لئے یادوں کا ذکر تو دیکھے ہوئے زمانہ کے متعلق ہی ہو سکتا ہے اور کس قدر خوش نصیبی ہے اُن لوگوں کی جنہوں نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد فضلِ عمر مصلح موعود اور حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم رضی اللہ عنہما کے وجود میں ایک مثالی بھائی بہن کا کردار مشاہدہ کیا۔ بھائی ایسا کہ فخرِ دیار، مولا کا یار، اہلِ وقار، مومنین کا سردار، صاحبِ دولت و شکوہ، علومِ دینی و دنیاوی سے پُر، قوموں کا رُستگار، بہادر اور دلیر، جان پر کھیل جانے والا، قافلوں کا سالار، نئی بستیاں بسانے والا اور فکر و عمل کے نہاں خانوں میں چراغاں کرنے والا اور بہن ایسی کہ عفت و حیا کی پُتلی، چراغِ خانہ، متوکل، صابرہ و شاکرہ، اللہ کی رضا جُو، رسول کی شیدائی، زیور سے لدی پھندی مگر منکسر المزاج اور غریب نواز، نکتہ سنج و نکتہ نواز، شفیق و غمگسار، خوش اخلاق و شگفتہ گفتار، بھائی کے مصرعوں پر گرہ لگانے والی، عظیم باپ کے عارفانہ کلام کو منظوم اُردو میں ڈھالنے والی، اپنوں اور پرایوں کو اپنے محبت کے پروں میں سمیٹنے والی۔

یوں تو یہ سارا خانوادہ ہی مبشر و مظفر و منصور ہے مگر بھائی بہن کا ایسا مثالی جوڑا نایاب ہے۔ جہاں بھائی بہن کے بہت سے خصائل مشترک تھے وہاں بعض خوبیاں ایک دوسرے کی ممد (Complimentary) بھی تھیں۔ آپ دونوں کی شخصیتیں عالمگیر تھیں تاہم ایک لحظہ کے لئے اگر خطہ پنجاب کی خاص ثقافت کو مدِ نظر رکھا جائے تو حضرت مصلح موعودؓ کا وجود حضرت سیدہ مرحومہ کے لئے ایک مثالی "ویر" کا وجود تھا۔ ایک ایسا "ویر" جس پر بہن فخر کر سکے، جس کے کارناموں کی وہ حکایتیں سُنا سکے، جس کی بہادری کے وہ قصے بیان کر سکے۔ اسی طرح حضرت مصلح موعودؓ کے لئے "مبارکہ" کے مقدس وجود میں ایک ایسی بہن کا رُوپ تھا جو خیالات میں آپ کی ہم آہنگ۔ عزائم میں آپ کی ہم پلہ اور ہر معرکہ میں آپ کی برابر کی شریک تھی۔ خوشی میں بھائی کی چھوٹی بہن اور غمی میں بڑی بہنوں کی طرح غم بانٹنے والی اور ڈھارس بندھانے والی۔ بھائی بہن کے ناز اُٹھانے والا اور بہن بھائی کے ناز اُٹھانے والی ؎

شکرِ خدا گزر گئی ناز و نیاز ہی میں عمر
مجھ کو بھی اُن سے عشق تھا انکو بھی مجھ سے پیار تھا

جب بھائی بیمار ہوا تو کس کس طرح احبابِ وفا کو دعا کے لئے اُکسایا ع

دعوے دارانِ محبت سو رہے جا کر کہیں

افسوس کہ جب خود بیمار پڑیں تو ناز اُٹھانے والا بھائی اس دنیا میں موجود نہ تھا۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگمؓ کی عظیم الشان خوبیوں میں مختلف عوامل کارفرما رہے۔ حضرت اماں جانؓ کے علاوہ حضرت امامِ وقت علیہ السلام کی ذاتی تربیت و شفقت۔ حجۃ اللہ حضرت نواب محمد علی خان صاحب مرحومؓ کے انقلابِ روحانی کا اثر۔ خاندانِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نیک روایات کا عظیم ورثہ۔ حضرت فضلِ عمر محمودؓ سے بے پناہ محبت اور قرب اور سونے پر سہاگہ آپ کی حیرت انگیز ذاتی صلاحیتیں۔

بھائی کی طرح بہن کے کردار کا اُفق بھی بہت وسیع تھا۔ بات خدا اور رسولؐ سے شروع ہو کر خدا کی مخلوق اور اس کی کائنات تک پہنچتی اور ہر پھر کر پھر خدا ہی کی ذات پر ختم ہوتی تھی۔ جب کینوس اتنا وسیع ہو تو تصویر کیوں نہ عالمگیر بنے۔ پھر یہ بھی تو ہے کہ خدا کا ذکر رسماً نہیں بلکہ علی وجہ البصیرت تھا۔ اسی لئے جب علامہ اقبال نے کہا ع

کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں

تو سیدہ موصوفہ نے (حقیقتِ منتظر کی طرف سے) جواباً فرمایا:-

مجھے ڈھونڈ دل کی تڑپ میں تُو مجھے دیکھ روئے نگار میں
کبھی بلبلوں کی صداؤں میں کبھی دیکھ گل کے نکھار میں
میری ایک شان خزاں میں ہے میری ایک شان بہار میں
مجھے دیکھ طالبِ منتظر مجھے دیکھ شکلِ مجاز میں

خدا سے محبت کا لازمی نتیجہ اس کی مخلوق سے محبت ہے۔ دَنَا سے فَتَدَلّٰی کی منزلیں ہر اہل اللہ کو اپنی بساط کے مطابق طے کرنا پڑتی ہیں۔ اس راہ کی مشکلات سے سالک گھبراتے نہیں بلکہ:

اے محبت کیا اثر تُو نے نمایاں کر دیا
زخم و مرہم کو رہِ جاناں میں آساں کر دیا
کون دیتا جان دنیا میں کسی کے واسطے
تُو نے اس جنسِ گرانمایہ کو ارزاں کر دیا

(دُرِّ عدن)

حضرت سیدہ موصوفہؓ کے دل میں محبتِ الٰہی کی جو چنگاری سُلگتی رہی آپ کی خواہش تھی کہ آپ سے منسوب ہونے والی ہر شخصیت کے دل میں یہ چنگاری بھڑک اُٹھے۔ چنانچہ "اپنی محمودہ کے نام" نظم میں اپنی صاحبزادی کے لئے دعا کرتی ہیں:-

بس ایک درد ہو کہ رہو جس سے آشنا
محبوبِ جاوداں کی محبت نصیب ہو
ہر وقت دل میں پیار سے یادِ خدا رہے
یہ لذت و سرور یہ جنت نصیب ہو

خدا کی رضا کی یہ جنت مہد سے لحد تک اور لحد سے تا ابد آپ کے شاملِ حال رہے گی۔ عمر بھر خلق و محبت سے آپ تسخیرِ خلق کرتی رہیں اور اسی کا سبق دوسروں کو دیتی رہیں۔ یہ خلق و محبت محض رسمی یا لفظی نہیں بلکہ آپکی زندگی کا شعار بن چکے تھے۔ ۱۹۶۹ء میں جب میں بیمار ہوا اور قریباً ڈیڑھ ماہ فضلِ عمر ہسپتال میں صاحبِ فراش رہا تو آپ عیادت کے لئے اپنے آدمی کو دوسرے تیسرے بھجواتیں اور دعا سے سرفراز فرماتیں۔ اسی دوران عید آ گئی۔ ہمارے مختصر سے کنبہ کے لئے یہ ہسپتال کی عید بہت بے رونق اور اداس تھی اور ہماری وہی کیفیت تھی جو "کشتیٔ نوح" میں حضرت مسیح موعودؑ نے تصویری زبان میں عشاء کے وقت کی بیان کی ہے۔ ہم خاموش بیٹھے ایک دوسرے کا مُنہ تک رہے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ دیکھا تو حضرت سیدہ مرحومہ کا پیغامبر عید مبارک اور دعا کا پیغام لئے فرشتۂ صبح کی طرح کھڑا تھا۔ بھرے شہر میں صرف ایک دل تھا جسے بیماروں اور ناداروں کی دلداری مقصود تھی۔ یہ محبت، یہ خلوص، یہ شفقت مسیح کی بیٹی اور مصلح موعودؓ کی ہمشیر ہی دے سکتی تھی۔ ہر ملنے والے کیلئے آپ کے دل کی طرح آپ کا دروازہ بھی کشادہ تھا۔ بیسیوں بلکہ سینکڑوں ہونگے جنہیں آپ کی محبت و شفقت سے اسی طرح وافر حصہ ملا جس طرح فضلِ عمر ہسپتال میں عید کے روز ہمیں آپ کا روح افزا پیغامِ دعا میسّر ہوا!

میرے گھر سے جب بھی آپکی خدمت میں حاضر ہوتیں آپ ہمیشہ میری خیریت دریافت فرماتیں اور میری بیوی کو نصیحت فرماتیں کہ میاں کا خیال رکھنا۔ یہ نصیحت بیماری کے دوران بھی جاری رہی۔ ایک روز ہم دونوں عیادت کے لئے حاضر ہوئے تو مجھے پیغام بھجوایا کہ "الفضل" میں میری صحت کے لئے تحریک کر دینا۔ چنانچہ میں نے ایک نوٹ شائع کروا دیا۔ کچھ دنوں کے بعد ہم پھر حاضر ہوئے اور عفت نے اس تحریکِ دعا کا ذکر کیا تو فرمایا کہ تحریک کرتے رہا کرو۔ افسوس کہ اس ارشاد کی تعمیل سے میں محروم رہا۔ "الفضل" میں روزانہ صحت کی رپورٹ کے ساتھ دعا کی تحریک شائع ہوتی تھی۔ میں نے دل میں کہا کہ اگر میں نے بار بار تحریک کی تو شاید اسے تکلف پر محمول کیا جائے! اب یہ قلق عمر بھر رہے گا کہ آپ کی عظیم شفقت کے عوض میں ایک ادنیٰ اظہارِ محبت بھی نہ کر سکا۔ حالانکہ ان کی زندگی تو ہمارے لئے تھی اور ان کی دعا اور برکت سے ہمیں نے مستفیض ہونا تھا۔ بعض دفعہ انسان معاشرہ کی چھوٹی ظاہرداریوں کی وجہ سے اپنی فطرت کا جوہرِ لطیف کھو بیٹھتا ہے محبت کے والہانہ پن کا یہ فقدان مجھے اپنے محاسبۂ ذات کے وقت ہمیشہ کھٹکا ہے۔ اس کی وجہ غالباً ہمارے اہلِ حدیث آباد کی وہ رُوکھی پھیکی اور سخت گیرانہ تربیت ہے جو ہمیں ورثہ میں ملی ہے اور جس کا اثر تین نسلوں میں کم تو ہوا ہے مگر زائل نہیں ہوا۔

ستائیس اپریل ۱۹۷۷ء کو جب حضرت موصوفہ بیت المظفر میں قیام پذیر تھیں اور نسبتاً صحت مند تھیں خاکسار نے اپنی اہلیہ کو دُرِّ ثمین اور دُرِّ عدن دے کر بھیجا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ ہر دو پر آپ کے دستخط ثبت کروا لوں۔ آپ نے درثمین کے ٹائیٹل پر ...... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر درج فرمایا اور نیچے اپنا اسمِ مبارک لکھا:-

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

پھر دُرِّ عدن پیش کی گئی تو فرمایا کوئی محبت والا شعر لکھ دوں؟ اور اپنا یہ شعر درج فرمایا:-

ہاتھوں میں لئے کاسۂ دل آئے ہیں مولا
خالی نہ پھریں تیرے طلبگارِ محبت

مبارکہ
۷۵-۴-۲۲

بائیبل میں ایک خاص زمانے کے ذکر میں یہ پیشگوئی ہے کہ اس زمانے میں عورتیں بھی گویا نبوت کریں گی۔ حضرت سیدہ ممدوحہ کی ساری زندگی اِس پیشگوئی کے سچا ہونے کی دلیل ہے۔

(باقی)

(۲)

مخلص اور خوش اخلاق عالم

مخلص عالم تو آپ کو دنیا میں بہت سے مل جائیں گے مگر خوش اخلاق عالم خال خال ہی ملیں گے۔ نماز روزہ کی پابندی کرنے والوں کے چہرے پر نور تو اکثر ہوتا ہے مگر مسکراہٹ بہت کم۔ وضوء کے فیض سے شاداب داڑھیاں روز دیکھنے میں آتی ہیں مگر آنسوؤں سے نم داڑھیاں کمیاب ہیں۔ مزاح سے حظ اُٹھانے والے علماء بھی میسّر آجاتے ہیں مگر مذاق کو خوش دلی کے ساتھ برداشت کرنے والے کبھی کبھار ملتے ہیں۔ عالم بے بدل اور فاضل اجل بھی ہوتے ہیں مگر اپنے وعظ پر عمل کی مُہر لگانے والے نایاب ہیں۔ جہنم کی آگ سے ڈرانے والے عام ہیں مگر جنت کی خوشیوں کی بشارت دینے کا حوصلہ ہر کسی میں نہیں ہوتا۔ مفلسی میں مہمان نوازی سے حظ اُٹھانے والے کہاں ملتے ہیں۔ لائق استاد تو بسا اوقات میسّر آجاتے ہیں مگر محبت کرنے والے استاد مشکل ہی سے دستیاب ہوتے ہیں۔

ان کمیاب اوصاف سے متّصف ایک عالم کا انتقال حال ہی میں ہوا ہے اس کی موت کے بعد احساس ہوا کہ ہم نے کیا چیز کھو دی۔ حضرت مولانا ابو العطاء مرحوم سے پہلا تعارف ۱۹۴۳-۴۴ء میں ہوا۔ مَیں اُس وقت ایف سی کالج لاہور میں پڑھتا تھا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد تھا کہ واقفینِ زندگی گرمیوں کی چھٹیوں میں قادیان آکر قرآن کریم اور حدیث کا درس لیا کریں۔ اُس سال اِس ارشادِ گرامی کے مخاطب ہم دو تھے، مکرم چوہدری ناصر محمد صاحب سیال اور خاکسار۔ قرآن کریم کے درس کے لئے حضرت مولانا ابو العطاء مقرر ہوئے۔ چنانچہ چند ہفتے ہم نے محاورہ کے مطابق آپ کے سامنے زانوئے تلمّذ تہ کیا۔ مَیں اپنے آپ کو اُن کے شاگردانِ رشید میں تو شمار نہیں کرتا البتہ اُن کا ایک نالائق شاگرد ضرور رہا ہوں۔ اُس زمانے کا تاثر بھی میرے دل پر یہی ہے کہ مولانا کی طبیعت میں سختی بالکل نہ تھی بلکہ نرمی غالب تھی۔ بعد میں یہ تاثر زیادہ پختہ ہوتا گیا۔

ذہن کے پردے پر کئی واقعات نقش ہیں۔ لدھیانہ میں جلسہ مصلح موعود کے موقعہ پر مخالفت جوش میں تھی۔ جس مکان میں پہلی بیعت ہوئی تھی وہ شہر کے اندر تھا۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ کی مکانِ مذکور کی طرف روانگی سے قبل حضرت مولانا ایک گروہ کے ساتھ پیدل مکان کی طرف روانہ ہوئے اور حضور ایک دوسرے راستے سے بخیریت منزلِ مقصود پر پہنچ گئے۔

ربوہ میں مولانا کی نوازشات سے بہت دفعہ بہرہ ور ہوا۔ وہ کسی نہ کسی بہانے اپنے گھر پر اجتماع کرتے اور مہمانوں کی تواضع کر کے اپنا جی خوش کر لیا کرتے تھے۔ آخری تقریب جس میں مجھے شرکت کا موقع ملا ان کے بیٹے مکرم عطاء الکریم صاحب کی بطور مبلغ لائبیریا کو روانگی تھی۔ جس روز انہیں جانا تھا اُس روز صبح ناشتے کی دعوت تھی۔ بہت سے احباب مدعو تھے۔ چائے کے بعد فوٹو ہوئی جو الفرقان کے کسی شمارہ میں شائع ہو چکی ہے۔ اپنے بیٹے سے یہ ان کی آخری ملاقات تھی مگر اُس وقت یہ بات کسے معلوم تھی؟

ایک مرتبہ مَیں نے مولانا کو اپنے ہاں مدعو کیا۔ ہمارا بیٹھنے کا کمرہ کھانے کے کمرے سے ملحق ہے اور دونوں مل کر کافی کشادہ رقبہ میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ بیٹھتے ہی فرمایا یہ تو ہال ہے کیا ہی اچھا ہو کہ حضرت صاحب یہاں بیٹھے ہوں اور قرآن کریم کا درس ہو رہا ہو! اس واقعہ سے اُن کی اندرونی خواہش اور لگن کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

مولانا کی ساری عمر درس و تدریس میں گزری۔ کچھ عرصہ وہ تعلیم الاسلام کالج میں دینیات کے پروفیسر بھی رہے اِس طرح ہمیں ان کی رفاقت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ کالجوں میں سٹاف روم کا ماحول وکیلوں کے بار روم سے ذرا ہی ثقہ ہوتا ہے۔ اکثر اساتذہ نوجوان تھے۔ مولانا کا مقام اور مبلغ علم مسلّم تھا تاہم ہنسی مذاق میں کوئی فقرہ چسپت ہو جاتا تو کبھی بُرا نہ مانتے بلکہ بچوں کی سی معصومیت کے ساتھ مذاق میں شریک ہو جاتے۔

ایک دفعہ ایک دوست کی دعوت پر کالج کے چند اساتذہ تفریح اور شکار کی غرض سے لائلپور کے ایک گاؤں میں گئے۔ چار پانچ بندوقیں تھیں جن میں مولانا مرحوم کی ایک نالی بھی تھی۔ جب گاؤں قریب آیا تو ایک درخت پر چند کبوتر یا شاید ہریل نظر آئے۔ حضرت مولانا کی بزرگی کے پیشِ نظر سب نے کہا کہ مولوی صاحب آپ فائر کریں۔ مولانا نے بندوق اونچی کی اور کہا کہ کارتوس دینا تاکہ فائر کروں۔ کسی منچلے نے فقرہ کسا کہ حضرت اگر کارتوس نہیں تھے تو خالی اِس ڈنڈے کو لانے کی کیا ضرورت تھی۔ اِس پر ایک لمحہ کے لئے آپ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار ظاہر ہوئے مگر اگلے لمحے ہی دوبارہ مسکراہٹ کھیلنے لگی اور آپ سب کی ہنسی خوشی میں شامل ہو گئے۔

ان کا نمایاں وصف ان کا قلبِ سلیم اور اطاعت شعاری تھی۔ اوّل خلافتِ ثانیہ اور بعد میں خلافتِ ثالثہ کے زمانے میں انہیں اہم فرائض سونپے گئے جو انہوں نے ہمیشہ خندہ پیشانی اور خلوص کے ساتھ ادا کئے۔ اطاعت کا مادہ اِس قدر تھا کہ وہ خلیفۂ وقت کے ہاتھ میں گویا ایک آلہ بن جاتے تھے کہ جس طرح امام چاہے ان سے کام لے۔ اس اطاعت کے ساتھ ساتھ ادب کی حد کے اندر رہتے ہوئے بے تکلفی کا عنصر بھی ہوتا جو بجائے خود فطرتِ صحیحہ اور خلوص کا ایک اہم جزو ہے۔

وفات سے تین روز پہلے جمعہ کی نماز کے بعد آپ گھر کی طرف روانہ ہوا ہی چاہتے تھے کہ مَیں بھی مسجد سے نکلا۔ مَیں نے عرض کی کہ تشریف رکھیں آپ کو کار پر چھوڑ آتا ہوں۔ مزاج پُرسی پر فرمایا کہ ویسے تو ٹھیک ہوں مگر کمزوری بہت ہے۔ مَیں نے کہا غذا کا خیال رکھیں۔ فرمایا حتی المقدور ایسا کرتا ہوں تم بتاؤ غذا کیسی ہو؟ اتنے میں ہم دار الرحمت کا موڑ مُڑے۔ فرمانے لگے آگے سڑک کچی ہے تم کار واپس کر لو۔ تھوڑا سا فاصلہ ہے مَیں پیدل چلا جاؤں گا۔ یہ اُن سے آخری ملاقات تھی۔ دو روز بعد میرا چھوٹا بیٹا عزیز میر احمد خان مغرب کے بعد ان کا بلڈ پریشر دیکھنے گیا۔ آپ اُس سے باتیں کرتے رہے اور دوبارہ آنے کے بارے میں اُسے کہا کہ کل پھر آکر دیکھ جانا۔ صبح سویرے یہ خبر ملی کہ مولانا رات بارہ بجے انتقال فرما گئے۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون۔

اُن کے گھر تعزیت کے لئے پہنچے تو دیکھا کہ اُن کی نعش اُس کمرے میں رکھی تھی جہاں چند ماہ قبل انہوں نے جناب حکیم مبارک احمد خان صاحب ایمن آبادی کی آمد پر مجھے اور بعض اور دوستوں کو چائے پر مدعو کیا تھا۔ و یبقٰی وجہ ربّک ذوالجلال والاکرام۔

(۳)

دیارِ غیر کی موت

ہمارے ایک اور بزرگ دیارِ غیر میں وفات پا گئے۔ حضرت مولانا ابو العطاء مرحوم کی طرح وہ بھی پہلے جامعہ احمدیہ میں اور بعد میں تعلیم الاسلام کالج میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ خلوص و محبت اور طبیعت میں سادگی کے لحاظ سے دونوں ہم پلّہ تھے۔ حضرت مولانا ارجمند خان صاحب کی مادری زبان پشتو تھی اُردو اور پنجابی بھی بول لیتے تھے بلکہ اُن میں حسین اضافے بھی کر لیا کرتے تھے۔ مَیں ذکر کر چکا ہوں کہ کالج کے زمانے میں گرمیوں کی چھٹیوں میں واقفین کو قادیان رہ کر دینی علم حاصل کرنے کی ہدایت تھی۔ حضرت مولانا ابو العطاء کے علاوہ جس عالمِ دین سے ہمیں فیض حاصل کرنے کی سعادت ملی وہ حضرت مولانا ارجمند خان صاحب تھے۔ بہت محبت سے پڑھاتے اور سمجھانے کی غرض سے کئی مرتبہ دُہراتے۔ کچھ یہ بھی خیال ہو گا کہ کالج کے چھوکرے ہیں، دینی علم سے بے بہرہ اس لئے زیادہ توجہ کے مستحق ہیں۔

پھر چند سالوں کے بعد وہ تعلیم الاسلام کالج سے منسلک ہو گئے۔ ہم فزکس پڑھاتے اور وہ دینیات۔ مگر تعلق ایسا تھا کہ گویا دونوں ایک ہی مضمون کے استاد ہوں۔ نجانے ان دونوں بزرگوں میں کیا بات تھی کہ ان کی تہذیبِ نفس کی بنیاد خیریت یا زاہدانہ رعونت اور بے تکلفی پر نہیں بلکہ محبت اور شفقت پر اُستوار تھی۔ وہ علم اور عمر کا تفاوت پاٹ کر نوجوانوں کے قریب آجانے کی بھرپور صلاحیت رکھتے تھے۔

(باقی صفحہ ۵ پر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فہرست عطیہ دہندگان برائے نادار مریضان فضل عمر ہسپتال ربوہ

(۳)

محترمہ بدر النساء خانم صاحبہ	کراچی	۱۱/-
مکرم حفیظ اللہ بٹ صاحب	"	۱۳/۵۰
" نادر احمد خان صاحب شفیع	"	۱۱/-
محترمہ نادرہ دلشیر صاحبہ بنت حافظ بشیر احمد صاحب	"	۱۰/-
مکرم محمد ہاشم عبد اللطیف کچھی صاحب	"	۲۰۰/-
" میاں عبد اللطیف صاحب	"	۱۰/-
محترمہ زبیدہ صبوحی صاحبہ بنت خواجہ نذیر احمد صاحب	کراچی	۱۰۰/-
مکرم سلیمان عبید مرزا مرحوم	کراچی	۲۰/-
" احسان الحق صاحب	"	۲۵/-
" فضل الرحمان صاحب	"	۱۵/-
" قاضی عبد القدیر صاحب	"	۱۰/-
محترمہ بیگم اہلیہ عنایت اللہ صاحب، ناظم آباد	"	۱۲۰/-
" ثریا لطیف صاحبہ	"	۱۰/-
" عائشہ بیگم صاحبہ	"	۲۰۰/-
" امۃ الرشید صاحبہ فاروقی	لالوکھیت	۵/-
مکرم سید اقبال محمود صاحب۔ پیر الٰہی بخش کالونی	"	۲۰/-
" چوہدری محمد نعیم صاحب شاہ نواز لمیٹڈ	"	۵۰/-
" سید شاہد علی صاحب الحمراء	"	۱۰/-
" الحاج محمد شفیع صاحب ہاشمی ملیر	"	۵۰/-
" مصافہ داؤد صاحب معرفت لمنڈ ایم اسلم صاحب ہنورہ	کراچی	۱۰۰/-
محترمہ سفیر بیگم صاحبہ فیڈرل بی ایریا	کراچی	۱۰۰/-
" بیگم محمود احمد صاحب بھٹی، ایم پی ای ایس ایچ ہاؤسنگ سوسائٹی	کراچی	۲۰/-
" آمنہ بیگم صاحبہ بیگم کرامت اللہ صاحب بی ایم سی ایم این بلاک	کراچی	۱۵۰/-
مکرم شریف احمد صاحب	کرتو ضلع شیخوپورہ	۱۰/-
" شفقت محمود صاحب	"	۱۰/-
محترمہ والدہ عزیز احمد خان صاحب	کوٹ قیصرانی	۵۰/-
مکرم سلطان رشید خان صاحب	کوٹ فتح خان	۱۰/-
" ڈاکٹر بشیر صاحب	کوٹلی (آزاد کشمیر)	۲۰/-
" داؤد احمد صاحب	"	۱۰/-
محترمہ اہلیہ صاحبہ چوہدری محمد عبد اللہ صاحب ڈار	کوئٹہ	۵۰/-
مکرم مرزا الطاف احمد صاحب	"	۲۵/-
" میجر محمد افضل صاحب طفیل	"	۵۰/-
" مرزا احتشام احمد صاحب	"	۲۰/-
" نسیم الدین صاحب	"	۵۰/-
" حاجی فیض الحق خان صاحب	"	۱۰/-
" عبد السلام خان صاحب	"	۳۵/-
" احسان الحق صاحب ایڈووکیٹ	"	۵۰/-
" خلیفہ عبد الرحمان صاحب	"	۲۰/-
" شیخ محمد اقبال صاحب	"	۱۰/-
" ملک عبد الرحیم صاحب سلیم	"	۱۵/-
" آفتاب احمد صاحب ابن عنایت اللہ خان صاحب	"	۱۰/۵۰
" مرزا محمد آصف صاحب	"	۲۰/-
محترمہ بیگم صاحبہ ثناء اللہ صاحب	"	۱۰۰/-
محترمہ فضل بیگم صاحبہ والدہ محمد سلیم صاحب	کھاریاں	۱۴۳/-
مکرم مقصود احمد صاحب گورنمنٹ کنٹریکٹر	گھٹیالیاں	۱۰۰/-
" چوہدری نذیر احمد صاحب چک ۲۱۹	گنڈا سنگھ والا	۳۰/-
سیکرٹری مال جماعت احمدیہ	گوٹھ عبدیہ (سندھ)	۲۵/-
مکرم یٰسین احمد صاحب ککھر	گوجرانوالہ	۱۰۰/-
" خلیل احمد صاحب سونگی		۱۵/-
" ملک محمود احمد صاحب	شیراں	۲۵/-
" حبیب الرحمان صاحب	گوندلانوالہ	۱۰/-
محترمہ رشیدہ بیگم صاحبہ	سٹیلائیٹ ٹاؤن	۲۰/-
مکرم سید ظہور احمد صاحب زرعی ترقیاتی بنک	"	۱۰/-
" خواجہ حبیب اللہ خان صاحب	گوجرخان	۱۹/-
" ملک محمد زمان صاحب	گھوگھیاٹ	۱۰/-
محترمہ بیگم ایم ایم خان صاحب	لاہور	۲۰۰/-
مکرم شیخ رفیق احمد صاحب	ماڈل ٹاؤن "	۲۰/-
محترمہ مسز طیبہ اکرم صاحبہ	"	۱۰/-
" قدسیہ اعجاز صاحبہ	"	۲۰/-
مکرم سید محمد انور صاحب	کیمبل پارک	۲۰/-
محترمہ والدہ صاحبہ سید محمد انور صاحب	"	۲۰/-
" مسز انور صاحبہ	"	۱۰/-
مکرم سید ظفر احمد صاحب	"	۱۰/-
" ملک عبد المتین خان صاحب	"	۲۰/-
محترمہ امۃ المجید صاحبہ اہلیہ ملک عبد المتین خان صاحب کیمبل پارک	لاہور	۱۵/-
" صالحہ فاطمہ صاحبہ والدہ چوہدری سمیع اللہ صاحب شفا میڈیکو	لاہور	۲۰/-
" مسز فاروق صاحبہ گلبرگ	لاہور	۶۵/-
مکرم ملک منصور احمد صاحب بھٹی	"	۱۰۰/-
" فراست فاروقی صاحب	"	۶۰/-
" چوہدری محمد عالم صاحب دار الذکر	"	۲۰/-
" لطف المنان صاحب منہاس، حکیم فضل الرحمن مرحوم دار الذکر	لاہور	۱۰/-
مکرم شیخ رفیق احمد صاحب لیبیا	"	۲۰/-
" چوہدری عبد الرشید صاحب	"	۲۰/-
" عبد الوحید صاحب پراچہ آرائیں ملک اینڈ کمپنی شارع قائد اعظم	لاہور	۵۰۰/-
محترمہ بیگم عبد اللطیف صاحب چیمہ احمد پارک	لاہور	۱۰/-
" طلعت رفعت چیمہ	"	۱۰/-
مکرم خالد طارق صاحب چیمہ	"	۱۰/-
" ملک محمود احمد صاحب	کرشن نگر	۵۰/-
" عبد الوحید سلیم صاحب	سول لائن	۱۰/-
" سلیمان اختر صاحب	"	۵۰/-
محترمہ بیگم صاحبہ ڈاکٹر اختر محمود صاحب	"	۱۰/-
" صبیحہ قانم صاحبہ اہلیہ ملک عبد الحی صاحب	"	۲۰/-

(باقی آئندہ)

پتے درکار ہیں

مندرجہ ذیل سابق فوجیوں (ریزرو لسٹ) کے موجودہ ایڈریس ملٹری ریکارڈ آفس کو درکار ہیں۔ اگر یہ سابق فوجی احباب خود یہ اعلان پڑھیں یا ان کا موجودہ ایڈریس ان کے کسی عزیز یا دوست کو معلوم ہو تو وہ خاکسار سے جلد از جلد رابطہ قائم کریں:

(۱) 1022087 سوار غلام یاسین ولد محمد خان (آرمڈ کور)

(۲) 1024916 نائب دفعدار عبد الرشید ولد عبد القادر (آرمڈ کور)

(۳) 2295375 سپاہی مبارک علی ولد عبد العزیز پنجاب رجمنٹ

(سلطان احمد پیر کوٹی۔ ویلفیئر آفیسر

مکان نمبر ۲/۳۴ دار الرحمت غربی ربوہ)

یاد رفتگان (بقیہ صفحہ ۴)

کالج سے فراغت کے بعد بھی ان سے نیاز حاصل ہوتا رہا۔ جلسہ سالانہ پر آتے تو غریب خانے پر بھی تشریف لاتے۔ جیب میں سے کچھ خوبانیاں اور بادام نکال کر عنایت کرتے کہ لو یہ تمہارا حصہ ہے۔ میں احتجاج کرتا کہ یہ تو بہت کم ہیں۔ فرماتے اگلے جلسہ پر زیادہ لاؤں گا۔

کچھ عرصے سے کینیڈا میں اپنے بچوں کے پاس مقیم تھے۔ پچھلے سال جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کینیڈا تشریف لے گئے تو آپ متحرک کرسی پر بیٹھ کر ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور مصافحہ کرکے بہت روئے۔ غالباً انہیں احساس تھا کہ یہ آخری ملاقات ہے۔ اب ان کی وفات کی خبر موصول ہوئی۔ تدفین بھی کینیڈا میں ہی ہوئی۔ کہاں کی مٹی کہاں جا کر لگی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

"مارا دیار غیر میں مجھ کو وطن سے دور
رکھ لی مرے خدا نے مری بے کسی کی شرم"

درخواستہائے دعا

(۱) میرے چھوٹے بھائی محمد رفیق صاحب طارق اور میرے تایا زاد اور چچا زاد بھائی محمد ابراہیم اور منور احمد صاحبان بیرون پاکستان روانہ ہوئے ہیں۔ احباب جماعت سے ان کے بخیریت منزل مقصود تک پہنچنے اور اپنے مقاصد میں کامیابی کے لئے درخواست دعا ہے۔

(ماسٹر عبد اللطیف اسلم دار الرحمت شرقی ۔ ربوہ)

(۲) عزیزم مکرم عبد الرشید صاحب غازی نے امسال بی کام کا امتحان دیا ہے۔ نمایاں کامیابی کے لئے احباب جماعت کی خدمت میں درخواست دعا ہے۔

(رستم علی غازی سندربن ۔ بنگلہ دیش)

(۳) مبارک احمد ناصر ابن عبد الرحیم صاحب سابق کارکن تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ۔ لاہور ہسپتال میں داخل ہے اور سخت بیمار ہے۔ احباب سے اس کی کامل و عاجل صحت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

(عبد الحی ۔ دار البرکات ربوہ)

(۴) میں ایک عرصہ سے حالات کی نا مساعدت کے باعث پریشان ہوں۔ نیز گذشتہ چند روز سے پیچش، کسلمندی اور بے خوابی کے امراض میں مبتلا ہوں۔ احباب میری پریشانیوں کے ازالہ اور صحت کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

(خورشید خانم قطبگر ۔ دار الرحمت وسطی ربوہ)

قائدین کرام اپنی مجالس کے حل شدہ پرچے فوری طور پر مرکز میں ارسال فرمائیں! (مہتمم تعلیم)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فضلِ عمر درس القرآن کلاس کا افتتاح —— (بقیہ صفحہ اوّل)

تعیّن اُس مقصد کے مطابق ہوتا ہے جسے وہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اسی طرح رُوحانی زندگی میں بھی مقصد کے لحاظ سے ذمّہ داریوں میں فرق ہوتا ہے۔ پھر بعض انفرادی ذمّہ داریاں ہوتی ہیں اور بعض اجتماعی۔ یہ تفریق بھی اپنی جگہ قائم ہوتی ہے۔ مزید برآں چونکہ اللہ تعالیٰ نے استعدادیں اور صلاحیتیں مختلف بنائی ہیں اس لئے اِس اختلاف کی وجہ سے بھی افراد اور جماعتوں کی ذمّہ داریوں کی نوعیت بدلتی چلی جاتی ہے۔ پھر زمانہ کی حد بھی ذمّہ داریاں متعیّن کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اگر دوڑ دھوپ اور جدّ وجہد کا زمانہ مختصر ہو تو ذمّہ داریاں بھی اسی نسبت سے محدود نوعیت کی ہوتی ہیں اور اگر یہ عرصہ طویل مدّت پر پھیلا ہوا ہو تو پھر ذمّہ داریوں میں وسعت کا پیدا ہونا ایک قدرتی امر ہے۔

مجدّدین کی آمد اور ان کی ذمّہ داریوں کی نوعیت

ذمّہ داریوں کی نوعیت اور وسعت کو اصولی طور پر واضح کرنے کے بعد حضور نے بتایا کہ گزشتہ بارہ سو سال میں اللہ تعالیٰ اُمّتِ محمدیہ میں ہزاروں ہزار ایسے مقربین پیدا کرتا رہا جو اپنی اپنی استعداد کے مطابق اپنے اپنے علاقہ اور زمانہ میں لوگوں کی اصلاح کرتے اور اسلام کی خدمت بجا لاتے رہے۔ اِسی طرح تجدید و احیاءِ دین کی غرض سے جو مجدّدین آتے تھے ان میں سے ہر مجدّد کا زمانہ اور علاقہ بھی محدود ہوتا تھا۔ ہر مجدّد کی اصلاح کا زمانہ صرف ایک صدی تک ممتد ہوتا تھا اور جس علاقہ میں وہ اصلاح پر مامور ہوتا تھا وہ بھی محدود ہوتا تھا مثال کے طور پر عثمان بن فودی صرف مغربی افریقہ کے لئے مجدّد بنا کر بھیجے گئے تھے وہاں انہوں نے اور ان کے متبعین نے بدعات کا خاتمہ کرکے اسلام کو اُس کی اصل شکل میں نافذ کیا اور اِس راہ میں ہر قسم کی مالی اور جانی قربانیاں دیں۔ بہرحال اُن کی تجدید کا زمانہ اور علاقہ محدود تھا۔ باقی دُنیا سے انہیں کوئی سروکار نہ تھا یہی حال باقی تمام مجدّدین کا تھا۔ وہ اپنے اپنے وقت پر ایک مخصوص علاقہ میں آئے اور ان میں سے ہر ایک نے ایک محدود عرصہ تک تجدید و احیاءِ دین کا کام کیا۔

بعثتِ مسیح موعود اور آپ کے زمانہ کی وسعت

خطاب جاری رکھتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلے سے دی ہوئی بشارت کے بموجب سلسلۂ مجدّدین کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا ظہور ہوا تو جیسا کہ آپ نے خود دعویٰ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو صرف ایک صدی کا مجدّد بنا کر نہیں بھیجا بلکہ آپ کو عمرِ دُنیا کے آخری ہزار سال کے لئے مجدّد ٹھہرایا۔ اِسی لئے آپ اُمّتِ محمدیہ میں امامِ آخر الزمان کی حیثیت سے مبعوث ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے ذریعہ ہونے والی تجدید و احیاءِ دین کا سلسلہ صرف ایک صدی تک محدود نہیں ہے بلکہ پورے ایک ہزار سال پر پھیلا ہوا ہے اور یہ ہزار سال بنی نوعِ انسان کی زندگی کے آخری ہزار سال ہیں۔ آپؑ نے جو کچھ پایا اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی پایا اور آنحضورؐ کے لائے ہوئے دین کی تجدید اور دُنیا بھر میں اس کے غلبہ کے ضمن میں جو خدمت آپؑ کے سپرد ہوئی اُس کا زمانہ عمرِ دُنیا کے آخری ہزار سال تک ممتد ہے۔ جب اتنا لمبا زمانہ آپ کے سپرد ہوا ہے اور رُوئے زمین کے تمام انسانوں کا اپنے ربّ کے ساتھ زندہ تعلق قائم کرنا آپ کی ذمّہ داری ٹھہرائی گئی ہے تو ظاہر ہے کہ یہ دو تین نسلوں کا کام نہیں ہے بلکہ اِس کام نے تیس چالیس نسلوں تک اِسی طرح چلتے چلے جانا ہے۔

ہماری ذمّہ داریوں کی نوعیت

حضور نے طلباء اور طالبات کو خاص طور پر مخاطب کرتے ہوئے فرمایا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی بعثت کے زمانہ اور آپ کے سپرد ہونے والے کام کی وسعت کے پیشِ نظر آپ کو یہ امر کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ آپ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متبعین کی حیثیت سے دُنیا کے رہبر بنا کر بھیجے گئے ہیں اور رُوئے زمین پر بسنے والے بنی نوعِ انسان کو اسلام کی آغوش اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں لاکر انہیں اللہ تعالیٰ کے حقیقی عباد بنانے کا کام آپ کے سپرد کیا گیا ہے اور آپ نے اِس الفِ آخر میں جس میں سے دُنیا گزر رہی ہے اِس کام کو نسلاً بعد نسلٍ کرتے چلے جانا ہے۔ اِس لحاظ سے آپ پر اور جماعتِ احمدیہ کی آئندہ رونما ہونے والی تیس چالیس نسلوں پر بہت عظیم ذمّہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ آپ نے ساری دُنیا اور اس کی آئندہ نسلوں کو اسلام کی طرف لانا ہے پھر انہیں اسلام پر قائم رکھنا ہے، آپ نے بدعات کے دروازوں کو بند کرنا ہے اور ہمیشہ بند رکھنا ہے۔ اِس ضمن میں آپ کے لئے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ آپ خدا اور اس کے رسولؐ سے بے وفائی نہ کرنے والے ہوں، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دامن نہ چھوڑنے والے ہوں، مسیح موعود علیہ السلام کو نہ ماننے والے نہ ہوں اور آپؑ کی قائم کردہ جماعت سے علیحدہ نہ رہنے والے ہوں اور خلافتِ حقّہ اسلامیہ سے تعلق منقطع نہ کرنے والے ہوں۔ الغرض آپ کی سب سے اوّل اور مقدّم ذمّہ داری یہ ہے کہ آپ خدا اور رسولؐ کے سچے وفادار بنیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے چمٹے رہیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جملہ دعاوی پر صدقِ دل سے ایمان لاکر آپؑ کی قائم کردہ جماعت میں پورے طور پر شامل رہیں اور خلافتِ حقّہ اسلامیہ کے ساتھ وابستگی میں کوئی تزلزل نہ آنے دیں اور پھر غلبۂ اسلام کی آسمانی مہم میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیں۔ آپ کی یہ ذمّہ داری بھی ہے کہ آپ نہ صرف اِن اوصاف سے متصف ہوں بلکہ اِن اوصاف کو آئندہ نسلوں میں بھی منتقل کرتے چلے جائیں تا احیاء و غلبۂ اسلام کا کام نسلاً بعد نسلٍ قیامت تک چلتا چلا جائے۔

عظیم ذمّہ داریوں کو کماحقّہٗ ادا کرنے کا طریق

آخر میں حضور ایدہ اللہ نے اِس امر پر روشنی ڈالی کہ اِن عظیم ذمّہ داریوں کو ادا کرنے کا طریق یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کے ساتھ سب سے بڑھ کر پیار کریں، اس کے علوم میں دسترس حاصل کریں اور اس پر صدقِ دل سے عمل پیرا ہوں۔ اِس کے بغیر آپ ساری دُنیا کو اسلام کی طرف لانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ حضور نے فرمایا قرآن کریم میں ساری دُنیا کے علوم، فراستیں اور ذہانتیں جمع کر دی گئی ہیں۔ قرآن کے علاوہ ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ مَیں ذاتی تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ قرآن کریم سے جو علم جو فراست اور جو ذہانت ملتی ہے آکسفورڈ اور دُنیا کی تمام دوسری یونیورسٹیوں سے اس کا ہزارواں بلکہ کروڑواں حصّہ بھی نہیں ملتا۔ پس قرآن کریم کا علم حاصل کرنے کے لئے کمربستہ ہو جائیں اور پھر اس علم سے آراستہ ہو کر ساری دُنیا کی رہبری کی اہلیت اپنے اندر پیدا کریں ہمیں یہ بشارتیں دی گئی ہیں کہ ایک وقت آئے گا کہ رُوئے زمین کے تمام انسان سچے مسلمان بنیں گے اور انسان اپنے ربّ کو پہچاننے لگے گا۔ یہ بشارتیں بہرحال پوری ہوں گی ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم اپنی ذمّہ داریوں کو سمجھیں اور انہیں کماحقّہٗ ادا کرنے کے قابل بنیں۔ یہ آپ کی اور ہماری مشترکہ ذمّہ داری ہے۔ ہماری ذمّہ داری ہے کہ آپ کو سکھائیں آپکی ذمّہ داری ہے کہ سیکھیں۔ ہماری ذمّہ داری ہے کہ قرآن مجید کی جو تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِس زمانہ میں سکھائی ہے وہ ہم خود سیکھیں اور پھر آپ کو سکھائیں۔ آپ کی ذمّہ داری ہے کہ آپ بھی وہ تفسیر سیکھیں اور اسے حرزِ جان بنائیں اور پھر ساری دُنیا میں اسلام کو پھیلاتے چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو یہ باتیں سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)۔

اِس بصیرت افروز خطاب کے بعد جو قریباً بیس منٹ تک جاری رہا حضور نے اجتماعی دعا کرائی۔ اِس طرح اللہ تعالےٰ کے حضور عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ فضلِ عمر درس القرآن کلاس کا افتتاح عمل میں آیا۔

ولادت

۲۶ جون ۱۹۷۷ء کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مکرم مولوی محمد الدین صاحب شاہد مربّی سلسلہ عالیہ احمدیہ ضلع لائل پور کو چوتھی بچی عطا فرمائی ہے۔ محترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع لائلپور نے نومولودہ کا نام انیلسہ تجویز فرمایا۔

احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ نومولودہ کو نیک، خادمہ دین اور والدین کے لئے قرۃ العین بنائے اور صحت و سلامتی والی زندگی عطا فرمائے۔ نیز زچہ کی صحت کمزور ہے اس کے لئے بھی دعا کی درخواست ہے۔

حافظ محمد اکرم حنیف
ضلعوار کلرک۔ مسجد احمدیہ لائل پور

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴